سیکولرازم

اُصول و مبادی، تاریخ و تنقید

غزل کاشمیری استاذ شعبۂ علومِ اسلامیہ - اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

سیکولرازم لاطینی لفظ (SAECULARIS) سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے دنیاوی (WORDLY) عارضی (TEMPORAL) اور قدیم (OLD-AGE)

اگر کلیسا کے کسی پادری کو خانقاہی زندگی ترک کر کے دُنیاوی زندگی اختیار کرنے کی اجازت مل جائے تو ایسے پادری کو "سیکولر" کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنوں میں یہ ایک ایسا نظریہ اور عمل ہے جس میں اشیا اور انسان کو صرف دُنیا کی قلمرو تک محدود رکھا جاتا ہے۔ اُردو میں ہم سیکولرازم کو "دُنیا پسندی"[1] کہہ سکتے ہیں۔ تاریخ ایسی بے شمار مثالیں پیش کرتی ہے جن میں مذہبی اداروں کی خواہشات کے برعکس ریاست نے ان کی تمام جائیداد کو دُنیاوی مقاصد کی خاطر اپنی تحویل میں لیا۔ سیکولرازم کو ہم مزید واضح الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ انسانی زندگی کے مختلف عناصر مثلاً رُجحانات، رسوم و رواج اور دوسری سماجی اشکال حتیٰ کہ خود انسان کی بنیاد کسی مذہب پر نہ رکھنا، سیکولرازم کہلاتا ہے۔ مذہب سے آزادی اور (ADULT-HOOD) حاصل کرنے کا نام سیکولرازم ہے۔ اس طرح سیکولرازم ایک آئیڈیالوجی بننے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔

---

[1] مگر اب تو بات "دنیا پسندی" سے بڑھ کر "دُنیا پرستی" تک پہنچ چکی ہے۔ (ف - ص)

انیسویں صدی میں انگریز آزاد مفکرین کا ایک گروہ منظرِ عام پر آیا، جس نے سیکولرازم کو عالمگیر تحریک بنانے کی کوشش کی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سیکولرسٹ کہلاتے تھے۔ ان میں نمایاں حیثیت جی، جے، ہولی اوک (۱۸۵۴ء) کو حاصل ہے۔ وہ سیکولرازم کو عوام کا "عملی فلسفہ" کہا کرتا تھا۔

(SECULARIZATION) کا لفظ پہلی بار قانونی اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس سے مراد وہ خصوصی تحریکات تھیں، جو ۱۶۴۶ء کی تیس سالہ جنگ کے اختتام پر حکومت کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف تھیں اور جن کے نتیجہ میں معاہدہ ویسٹ پھالیہ (TREATY OF WEST PHALIA) منظرِ عام پر آیا تھا۔ مگر اٹھارھویں صدی سے اسے باقاعدہ قانونی ضابطے (CANON — LAW) کے طور پر قبول کر لیا گیا۔ انیسویں صدی میں جب چرچ کو ثقافتی معاملات پر اثر انداز ہونے سے محروم کر دیا گیا۔ خاص کر تعلیمی اداروں اور مادّی فوائد کے اُمور پر ــــ تو (SECULARIZATION) میں وسیع مفاہیم کا در آنا فطری امر تھا۔ فرانس میں (SECULARIZATION) کو بطور فلسفہ قبول کر لیا گیا ــــ اور اسے LAICISM (مذہب سے آزادی) کا نام دیا گیا، جس پر آخر میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

مگر انگلینڈ میں اس فلسفہ کو سیکولرازم کے نام سے ہی قبول کیا گیا۔ بہر حال دونوں اصطلاحوں نے ایسے نعرے دیے جو مذہب کی حاکمیت کے خلاف تھے۔ انہی اصطلاحوں کو اثباتیت، مادّیت اور وحدتِ جوہر (MONISM) کے قائلوں نے بھی استعمال کیا ہے۔

جدید دور میں کچھ مفکرین سیکولرازم اور (SECULARIZATION) میں فرق کرتے ہیں۔ سیکولرازم کو ایک جھوٹی آئیڈیالوجی کہا گیا ہے جبکہ انگریزی بولنے والی دنیا میں ــــــــ (SECULARIZATION) سولہویں صدی کے اس تاریخی استبداد کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کے تحت ہنری ہشتم نے خانقاہوں کو ضبط کر لیا تھا۔ ہر دور میں کسی ایسے فرد، گروہ یا سلطنت کا وجود رہا ہے جس نے غالب مذہبی روایات کو مسترد کر کے مذہب سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہ منظر اتنا قدیم ہے جتنا کہ خود مذہب قدیم ہے۔ اس منظر نے اپنے اپنے حالات اور ماحول کے مطابق مختلف اشکال اختیار کی ہیں۔ مثلاً چودھویں صدی قبل مسیح میں مصری فرعون آخ این آتون (AKH — EN — ATON) نے ایک زیادہ عقلیت پسند

نظام کی خاطر اپنی سلطنت سے روایتی معبودوں اور پرستش کے طور طریقوں کو ختم کر دیا تھا۔
اس کے علاوہ ہمیں ایسی تنقیدیں بھی ملتی ہیں جنہیں یونانی فلاسفر نے زینو فینیز اور این ایگزاگورس سے لے کر سقراط تک اور پھر ایپی کیورین نے اپنے عہد کے دیوتاؤں اور دیومالائی تصورات پر کیا ہے۔
خود علم المذاہب اس بات کا شاہد ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کے عقاید اور ہدایات کو ایک محدود طبقہ نے شک و شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا ہو۔ انہوں نے مذہب کو بطور مصلحت تو قبول کیا ہے مگر ایک ناقابلِ اعتراض بندھن کے طور پر کبھی قبول نہیں کیا۔

بہرحال (SECULARIZATION) اور سیکولرازم میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ دونوں کو "دنیاوی آئیڈیالوجی" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سیکولرازم — الحاد کی طرح — جدید صدی تک ایک نادر مگر ناپائیدار مظہر رہا ہے۔

جس دور میں یہ پیدا ہوا اُس میں دنیا اور انسان کی تعبیر و تشریح جادو قسم کے دیومالائی انداز میں کی جاتی تھی۔ تمام سماجی زندگی خود ساختہ مذہب کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ فطرت کو استعمال کرنے کے لیے بھی جادوگری اور ساحری کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

سیکولرازم کے دو اہم پہلو ہیں — اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اسے لوگوں کی زندگی بہتر بنانے میں دلچسپی ہے — یہ اس کا اخلاقی پہلو ہے، کیونکہ اخلاق کا سروکار سماج کے اندر ایسے اعمال سے ہے جن کا نفع و نقصان سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن سیکولرازم میں ایسے اعمال کی بنیاد مذہب یا آخرت کے کسی عقیدے پر نہیں ہے، لہٰذا یہ مذہب کو نہ مانتے ہوئے بھی مذہب کے مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، گویا مثبت انداز میں یہ ایک اخلاقی تحریک ہے، لیکن سلبی انداز میں یہ ایک مذہبی تحریک ہے۔ اس کی تخلیق میں مخصوص سیاسی حالات اور فلسفیانہ اثرات ممد و معاون ثابت ہوئے۔

سیکولرازم کا نشوونما و ارتقا سیاسی لحاظ سے سیکولرازم ۱۸۳۲ء کے اصلاحی بل سے قبل کے اور بعد کے اضطرابات اور ہنگاموں سے پیدا ہوا۔ اس کا اندرونی مادہ کسی حد تک رابرٹ اوون اور اس کے پیروکاروں کے بے ربط سوشلزم اور بدقسمت چارٹسٹ تحریک سے تیار ہوا۔ یہ ۱۸۴۸ء کی ان انقلابی امیدوں پر پانی پھر جانے کے بعد پیدا ہوا جنہیں انتہاپسند چارٹسٹوں اور یورپی برّاعظم

کے انقلابوں نے پروان چڑھایا تھا۔ سیکولرازم سماجی اور سیاسی ارتقا کو تنظیم اور تعلیم جیسے پرسکون ذرائع سے آگے بڑھانے کا ایک عمل تھا۔

اِس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ نہایت شدید قسم کی سماجی برائیوں نے ایک ایسا غیر صحت مندانہ ردعمل بپا کیا جس کے ثمرات میں سے ایک سیکولرازم تھا۔ دولت مند اور بااثر طبقات کی ہوس، سیاسی اور مذہبی آزادی کے سامنے نامعقول رکاوٹیں اور کلیسائی دینیات کی جامد انانیت یہ تمام عناصر سیکولرازم کے لیے طاقتور محرک ثابت ہوئے لہٰذا یہ حقیقت کوئی عجوبہ نہیں ہے کہ محنت کش طبقات جب ایسے حالات کا شعور حاصل کرتے ہیں تو اُن میں نہ صرف انتہا پسندانہ سیاسی نظریات پیدا ہوتے ہیں، بلکہ مذہب دشمن رجحانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بنیادی لحاظ سے سیکولرازم ایک احتجاجی تحریک تھی۔ اور تمام احتجاجی تحریکوں کا پُرجوش کردار یہ رہا ہے کہ وہ جذبات کو مہمیز لگانے والی طاقت سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ناگزیر خامیاں بھی سرایت کر جاتی ہیں۔ مثلاً تعمیری کی بجائے تخریبی عمل کا رجحان، دو آتشہ جذبات کا گمراہ کن استعمال، تنگ نظری اور منفیت پسندی، یہ لوازمات ان تمام تحریکوں کا طبعی خاصہ ہیں، جو مروجہ عقائد کے خلاف ردِّعمل کے طور پر ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اگرچہ سیکولرازم نے ایک مثبت پالیسی مہیا کرنے کی کوشش کی تھی مگر اُس کی یہ مثبت پالیسی فکر کے ایک دائرہ تک ہی محدود رہی۔ سیکولرازم میں یہ تنگ نظری اسی وقت ممکن ہوئی جب اُس نے زندگی اور عمل کے بارے میں غالب اطلاقات کے خلاف نفرت کی منطق استعمال کی اور انہیں درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔

سیکولرازم کی فلسفیانہ جڑیں جیمز مل اور جیرامی بنیتھم کے شراکت پسند مکتبۂ فکر تک جاتی ہیں۔ اس کا اپنا ایک مخالفِ مذہب اسلوب تھا۔ یہی پائین اور رچرڈ کارلائیل نے وراثت میں حاصل کیا۔ سیکولرازم میں اثباتیت کے اثرات انگریزی صدائے بازگشت کہے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ سیکولرازم اثباتیت سے لاپرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے اور انسانیت کو "دیوتا" کی شکل نہیں دیتا، لیکن اپنے اندر نظریۂ علم کا ایسا امتزاج پیدا کرتا ہے جو بنیادی لحاظ سے اثباتی ہے۔ سیکولرازم میں یہ اثر کسی حد تک جی۔ ایچ۔ لیوس اور جے۔ ایس مِل سے درآمد کیا گیا تھا۔ سیکولرازم کو جب مِل کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اسی طرح فلسفیانہ لحاظ سے برطانوی افادیت پسند

بھی اُس کے رُوحانی مربی ثابت ہوئے۔

اس تحریک کے اہم بواعث اُن تلخ سیاسی اور سماجی حالات سے اخذ کیے گئے ہیں جنہوں نے اُس کے بانیوں کو زندگی اور فکر کے اِن مقبولِ عام نظریات کے خلاف بغاوت پر اُبھارا جو ان کے عہد میں جاری و ساری تھے۔ مگر اس کے ضمنی اثرات فلسفیانہ نوعیت کے تھے اور ایسا ہونا بالکل لازمی امر تھا، کیونکہ جب سیکولرازم نے علی الاعلان مذہب سے علیحدگی اختیار کر لی تو اس نے زندگی اور عمل کے بارے میں ایک فلسفیانہ نظریہ ترتیب دیا، خاص کر اخلاقیات کے بارے میں۔ انہی نظریات نے سیکولرازم کو اس کی مطلوبہ بنیاد مہیا کی۔

سیکولرازم کے بانی سیکولرازم اپنے تسمیہ اور وجود کے لیے بہت حد تک جارج جیکب ہولی اوک کا مرہونِ منت ہے۔ ہولی اوک ۱۸۱۷ء میں برمنگھم میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین نہایت محنتی دستکار تھے۔ اس کی تربیت کٹر مذہبی انداز میں ہوئی۔ اس کی جنم بھومی کی فضا اور اس کے بچپن کے ماحول نے اس کے اندر شدید قسم کے سیاسی اور سماجی عقائد کو پیدا کیا۔ ۱۸۳۲ء کے اصلاحی بل کی منظوری نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس وقت ہولی اوک پندرہ برس کا اثر پذیر نوجوان تھا۔ وہ کلیسا سے بیگانہ ہو گیا، کیونکہ کلیسا انسانی جذباتِ ترحم سے محروم تھا۔ اُس نے اُوین کے سماجی مبلّغ کی حیثیت سے سیاسی زندگی میں پہلا قدم رکھا۔ اس کے بعد وہ "چارٹ ازم" کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ بعد کے اَدوار میں جب "چارٹ ازم" تحریک ناکام ہو گئی تو ہولی اوک زیادہ ریڈیکل فکر کے ساتھ اُبھرا۔ ۱۸۴۱ء میں اُس نے یقینی طور پر خدا کو خیرباد کہہ دیا۔ جب "چیلٹن ہام" کے مقام پر اس کو کفر کے فتوے کے تحت قید کیا گیا تو عیسائیت سے اس کی نظری نفرت مزید گہری ہو گئی۔ لیکن ہولی اوک اپنے عہد کی اذعانی دہریت سے بھی کوئی ہمدردی نہ رکھتا تھا۔ اس کی دہریت ایک قسم کی "لاادریت" تھی۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار اس دَور کے بے شمار مجلّوں میں کیا کرتا تھا۔ ایک مجلہ "THE REASONER" میں اُس نے لکھا:۔

"ہم کافر نہیں ہیں، اگر اس اصطلاح کا اطلاق عیسوی عقیدت کی نفی پر ہوتا ہے۔

لیکن ہم سب عیسائیت کی ضلالتوں کو مسترد کرتے ہیں[1]۔"

اپنی زندگی میں ہولی اوک نے ان عیسائیوں سے بھی رشتہ استوار رکھا جو اُس کے سیاسی اور سماجی افکار میں اس کے ہم نوا تھے۔ موریس اور کنگسلے کے کرسچین سوشلزم کی طرف اس کا میلان اُن سے اتحاد کی ضمانت دیتا ہے۔ جہاں تک خالص سوشلزم کا تعلق ہے۔ وہ اس کے نظریاتی امتیاز کی وجہ سے اُسے ناپسند کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سوشلزم کے ساتھ کرسچین کے سابقے کو ضروری خیال کرتا تھا۔ کئی سالوں تک ہولی اوک فلاحی اور امداد باہمی کی تحریکوں کے ساتھ نہایت باوقار انداز میں منسلک رہا۔ ادھیڑ عُمر میں وہ کتب فروش کی حیثیت سے لندن میں رہائش پذیر ہو گیا۔ جہاں اس کی بے شمار مصروفیات اور دلچسپیوں کا مرکز اٹلی کی آزادی تھی۔ اس کے حلقۂ ہائے احباب میں جیری بالڈی اور میزینی دونوں شامل تھے۔ وہ اُس بدقسمت انگریز سپاہ کی تربیت میں ہمہ تن اور بیدار مغربی کے ساتھ مصروف رہا جو ان کی امداد کے لیے بھیجی گئی تھی۔ عمر کے آخری ایام میں وہ برائٹن میں بس گیا تھا جہاں ۱۹۰۵ء میں وہ اس جہان سے کوچ کر گیا۔ وہ اسی سال کے ابتدا میں منعقد ہونے والے عام انتخابات کا پُرجوش حامی رہا اور زندگی کے آخری سانس تک آزاد خیالی کی فتح کا مژدہ سُننے کے لیے بے قرار رہا۔

اپنی طویل زندگی میں ہولی اوک ان تمام لوگوں کے ساتھ وابستہ رہا جو اُنیسویں صدی میں عیسائیت مخالف پروپیگنڈہ کو طوفانی انداز میں چلا رہے تھے، مگر عین اسی وقت وہ عیسائیت کے مشہور زمانہ مبلغین کے ساتھ بھی رہا، جن میں ڈبلیو۔ ای۔ گلیڈسٹون قابلِ ذکر ہے۔ جو ہولی اوک کو ایک ایماندار اور منفرد مخالف تصوّر کرتا تھا۔ چارلس بریڈلاف (CHARLES BRADLAUGH)[2] کے شرکا میں ہولی اوک سے بڑھ کر کوئی بھی قابلِ تکریم نہ تھا۔ خود اس کی پارٹی کے بے شمار ارکان نے اس پر جو اعتراضات کیے، وہ

---

[1] گویا اُس کی نفرت مذہب کی اصلیت کے خلاف نہیں بلکہ اس کے جامد کلیسائی اظہار کے خلاف تھی۔

[2] بریڈلاف یا بریڈلا؟ (ا۔ ص)

ہولی اوک کے بے لاگ اور آزاد تجربہ کا زندہ جاوید ثبوت ہیں۔

سیکولرازم کو قائم کرنے میں ہولی اوک کے رفقاء میں چارلس ساؤتھ ویل، تھامس کوپر، (جو بعد میں عیسائی بن گیا تھا) تھامس پیٹرسن اور ولیم چیلٹن قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۸۴۹ء میں اس تحریک کی بنیاد رکھی گئی اور ہولی اوک نے اسے واضح الفاظ میں "دہریت" کا نعم البدل قرار دیا۔ ۱۸۵۰ء میں ہولی اوک کی ملاقات بریڈلاف سے ہوئی اور ۱۸۵۱ء میں اس نے سیکولرازم کی اصطلاح نکالی۔ اس نے تحنانیت (NETHEISM) اور محدودیت (LIMITATIONISM) کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اپنی خصوصیت کے لحاظ سے یہ دونوں "دہریت" کا نعم البدل بننے کے زیادہ حق دار تھے۔ اس نے سیکولرازم کے بارے میں کہا "ان فرائض کو بطریق احسن پورا کرنے والا نظریہ جو موجودہ زندگی کے دائرہ کار میں ہیں"۔ ہولی اوک سیکولرازم کی مخالفِ مذہب حیثیت اور بریڈلاف کے ملحدانہ نظریات میں قدرے فرق ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ چارلس واٹس، جی۔ ڈبلیو۔ فٹ اور دوسرے ملحدین کا تشخص سیکولر تحریک سے برقرار رہا، لیکن ہولی اوک نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ سماجی، سیاسی اور اخلاقی مقاصد کے لیے ملحدانہ عقیدہ کی شرط ضروری قرار نہ دی جائے، تاکہ آزاد فکر کے حامل افراد ـــــ اپنے الحاد سے عصبیت رکھے بغیر ـــــ ان مقاصد کو آگے بڑھانے میں اس کے ساتھ شامل ہو سکیں۔ اس رویے پہ اگرچہ اسے معمولی سی کامیابی ہوئی لیکن باوجود اس کے وہ نہایت سختی سے اس پہ زور دیتا رہا۔

(باقی)